ایک ''محدث گر'' کی رحلت

از: مولانا محمد صاحب پرتاب گڑھی
استاذ فیض العلوم، نیرل

حضرت مولانا زین العابدین صاحب ایک محدث ہی نہیں؛ بلکہ محدث گر تھے، وہ نہ صرف ناقد، اصولی اورفن اسماء الرجال کے ماہر تھے۔ان کی سادگی ، بے نفسی، تواضع، فروتنی اور عاجزی کو دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ دریائے علم کے اتنے بڑے شناور اور فضل وکمال کے اتنے بڑے پیکر ہیں۔ میانہ قد، سر پر عمامہ، ہاتھ میں عصا، منھ میں پان اور لب پر سرخی کے خفیف اثرات، سرخی مائل چہرہ، نحیف ونا تواں جسم کے اس مشت استخواں کو دیکھ کر شائبہ بھی نہ گزرتا کہ علوم ومعارف کے ایسے ایسے دریا ان کے سینے میں موج زن ہوں گے۔ سنا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں مولانا کے ذوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ جمعہ کے دن جب ہفتہ واری تعطیل رہتی ؛تو آپ نے ناظم کتب خانہ سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ آپ کو صبح سویرے کتب خانہ کے اندر داخل کرکے باہر سے دروازہ بند کردیتے اور نماز جمعہ تک آپ محو مطالعہ رہتے۔اسی طرح آپ چھٹی کے دنوں میں بھی کتابوں کا کیڑہ بنے رہتے تھے۔اس دور انحطاط وتنزل میں وہ سلف صالحین اور قدیم علماء و محدثین کی جیتی جاگتی تصویر تھے، وہ اپنے علم وفضل، تقوی وطہارت، صبر وشکر، سادگی وانکساری اورخشیت وانابت میں قرون اولی کی یادگار تھے۔علم حدیث اورفن اسماء الرجال تو خیر حضرت مولانا کا خصوصی فن تھا، دیگر علوم میں بھی ان کو اتنی مہارت تامہ حاصل تھی کہ انتہائی مشکل سے مشکل گتھی اور پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مباحث کو چٹکیوں میں حل فرمادیتے تھے،میرے بڑے بھائی مولانا صغیر صاحب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ''رد قادیانیت'' کی بابت معرکۃ الآراء تصنیف ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسی علیہ السلام'' کی ترجمانی کا کام حضرت مولانا انظر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے حسب حکم کررہے تھے، اس وقت مشکل مباحث اور پیچیدہ گتھیوں کا حل

حضرت مولانا زین العابدین اعظمی کے پاس ہی ملتا تھا۔حضرت مولانا کتاب کوصرف ایک نظر دیکھتے اورفوراً پوری بحث کا خلاصہ بتا دیتے تھے،جب کہ بعض مرتبہ اسی عبارت کے حل کے لیے اس سے پہلے کی جانے والی بڑی سے بڑی کوشش بے سود ثابت ہوچکی ہوتی۔اساتذۂ دارالعلوم دیوبند میں سےایک قدیم اورمشہور ومعروف استاذ نے بھائی صاحب سے پوچھا تھا کہ مولانا صغیر! اس کتاب کوتم حل کیسے کرتے ہو؟میں نے تو اسے سات مرتبہ پڑھا؛مگر میری سمجھ میں نہیں آئی۔اس کتاب کا حوالہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عثمانی برترجمہ شیخ الہند میں آیت ''اِذْقَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيْكَ'' کی تفسیر کرتے ہوئے دیا ہےاورآخر میں لکھا ہے:اہل علم حضرات سے میری یہ گزارش ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کی ہمت فرمائیں۔

حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمیؒ کی پوری زندگی جہدِ مسلسل اورعملِ پیہم سے عبارت تھی،وہ اپنے شاگردوں اورخدام کے جھرمٹ میں بھی اپنا ذاتی کام خود سے انجام دے لینے میں کبھی کسی قسم کا تکلف محسوس نہ کرتے،زندگی میں انہیں جن پُر پیچ راہوں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے واسطہ پڑا تھا،ان کی وجہ سے وہ منجھ کر کندن بن گئے تھے،مشکل سے مشکل احوال میں دینی خدمات کی انجام دہی اورعلوم اسلامیہ کی حفاظت کے لیے ہمہ وقت کمربستہ رہنا ان کا خصوصی امتیاز تھا،انھوں نے اس راہ میں بڑی اولوالعزمی اورخندہ پیشانی کے ساتھ تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کیا تھا۔وہ سنت نبوی کے حقیقی شیدائی اورعلم دین کے سچے عاشق تھے۔ایسا نہ تھا کہ دینی وعلمی تعلیم وتدریس میں ان کی مشغولیت کسی مجبوری کا نتیجہ تھی،بلکہ ان کے گھر پرنہایت عمدہ ''بنارسی ساڑیاں'' بنانے کا کارخانہ تھا،وہ اس میں لگ کرایک مال دار اوراعلیٰ صنعت کار بن سکتے تھے؛مگرانھوں نے ان بکھیڑوں سے یکسوہوکر ''لیلائے علم'' کے گیسوسنوارنے کے لیے اپنے آپ کووقف کررکھا تھا،وہ ضرورت کا ہر کام از خود اپنے ہاتھ سے کرنے کے عادی تھے۔یاد پڑتا ہے کہ بڑے بھائی مولانا صغیر صاحب جس زمانہ میں مظاہرعلوم کے شعبہ تخصص فی الحدیث میں تعلیم حاصل کررہے تھے،ان کے ساتھ حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم العالیہ کے فرزندارجمند مولانا سید ازہر مدنی بھی تھے،یہ حضرات کھانا اورناشتہ وغیرہ ساتھ ہی کیا کرتے تھے، بندہ راقم انہی ایام میں گنگوہ پڑھنے کے لیے گیا تھا؛مگرطبیعت نہ لگنے کی وجہ سے گنگوہ سے واپس آکر بھائی جان کے پاس ''شعبہ تخصص'' کے احاطہ ہی میں ڈیرہ ڈالے ہوا تھا،ہولی کا دن تھا،اس

دن مدرسہ کا دروازہ دن بھر بند رہتا، باہر رہنے والے اساتذہ اس دن دوپہر کو باہر نہیں نکلتے؛ تاکہ کسی ناخوش گوار واقعہ سے بچا جاسکے، بھائی صاحب نے بتایا کہ آج حضرت الاستاذ مولانا اعظمی اور مولانا عبداللہ صاحب معروفی ساتھ ہی میں کھانا تناول فرمائیں گے۔ مولانا عبداللہ صاحب حضرت کے بھتیجے اور ان کے خصوصی تربیت یافتہ شاگرد ہیں، پہلے وہ مظاہر علوم کے شعبہ تخصص میں استاذ تھے، بعد میں جب یہ شعبہ دارالعلوم دیوبند میں قائم ہوا؛ تو انتظامیہ دارالعلوم نے ان کو حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی کے تعاون کے لیے دارالعلوم دیوبند طلب کرلیا۔ کھانا کھاتے وقت دیکھا کہ حضرت کے گھر سے جو کھانے کا ڈبہ آیا ہے، اس میں کا گوشت کچھ کچّا رہ گیا تھا، حضرت فرمانے لگے کہ بھائی ہولی کی وجہ سے جلدی جلدی میں فجر سے پہلے ہی کھانا پکایا گیا تھا، اس وجہ سے گوشت ذرا کم پکا ہے۔ حیرت وتعجب تو اس وقت ہوا؛ جب معلوم ہوا کہ وہ پورا کھانا خود حضرت مولانا نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ اللہ اکبر! یہ محدث کبیر اور عمر کے اس نہائی حصہ میں! اور حال یہ کہ اپنا ذاتی کام اس خاموشی اور چابکدستی سے انجام دے لیتے ہیں کہ شاگردوں کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی! اس کو کہتے ہیں استغناء اور زہد عن الدنیا، اس کو کہتے ہیں ورع اور تقوی!۔

علاوہ استاذی وشاگردی کے رشتہ کے؛ کچھ اس وجہ سے بھی بھائی صاحب، حضرت مولانا اعظمی کے الطاف وعنایات کے خاص مورد تھے کہ حضرت مولانا اور ہمارے والد ماجد مولانا محمد یار صاحب پرتاپ گڑھی دونوں کا زمانۂ طالب علمی ایک ہی تھا، اور دونوں ہی میکدۂ مدنی (حضرت مولانا حسین احمد مدنی) کے قدح خواروں میں تھے؛ اس وجہ سے حضرت مولانا دیوبند تشریف لاتے؛ تو بھائی کے مکان پر قیام فرماتے اور اپنی عنایتوں وشفقتوں سے ہم لوگوں کو گراں بار فرماتے۔ خداوند قدوس نے مولانا زین العابدین صاحب کو تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق عطا فرمایا تھا، بڑے بڑے علماء اپنے علمی مضامین اور تحقیقی کتابوں کی اصلاح آپ سے کرایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا کا اچھا خاصا وقت ان ہی امور میں صرف ہوجایا کرتا تھا۔ نامور اور معتبر علماء کی غیر مستند باتوں پر آپ استدراک بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے استاذ حضرت مولانا عبد الجبار صاحب معروفی کی عظیم علمی شاہکار ''امداد الباری شرح بخاری'' جو تشنہ تکمیل رہ گئی تھی؛ اس کا تکملہ لکھا۔ محدث جلیل حضرت علامہ طاہر پٹنی کی اسماء الرجال سے متعلق مشہور ومعروف تصنیف ''کتاب المغنی'' کو اپنے حاشیہ اور تحقیق وتعلیق سے مرصع ومزین کیا۔ فارسی زبان میں ''علمائے

ہند وسندھ‘‘ کے تذکروں پر مشتمل ’’رحمان علی صاحب‘‘ کی کتاب ’’تذکرہ علماء ہند‘‘ کا اردو ترجمہ کیا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی کتاب ’’المرتضیٰ‘‘ پر علمی نقد لکھا۔ تبلیغی جماعت کے امورستہ کو کتاب وسنت کے حوالوں سے مبرہن کیا۔ علامہ ذہبی کے رسالہ ’’من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل‘‘ میں مذکور اصولیین محدثین کے تراجم کو ایک مستقل تصنیف میں یکجا کیا۔ امام ترمذی نے اپنی سنن میں جن روایات پر حسن، صحیح، حسن صحیح، حسن غریب، حسن صحیح غریب، غیرمحفوظ، مضطرب وغیرہ کا حکم لگایا ہے؛ ان کو شمار کرکے ان پر اجمالاً وتفصیلاً احکام لگائے۔ شرح عقائد نسفی کی عربی زبان میں شرح لکھی اور اردو زبان میں بھی اس کا ایک مختصر اور جامع نوٹ تیار کیا۔ اسماء حسنیٰ اور القراءۃ المسنونہ نام کی کتابیں الگ سے تصنیف کیں۔ وہ صاحب نسبت بزرگ اور شیخ طریقت بھی تھے، اس سلسلے میں ان کو اجازت وخلافت اپنے استاذ وشیخ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد سے تھی، رمضان المبارک کی چھٹیوں میں جب مولانا زین العابدین صاحب اپنے وطن میں ہوتے؛ تو طالبین ومسترشدین کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہمراہ اعتکاف میں ہوا کرتی اور اپنے دلوں کو مزکی ومصفی کرتی۔

مولانا زین العابدین صاحب اطراف اعظم گڑھ کی مشہورومعروف علمی بستی قصبہ ’’پورہ معروف‘‘، ضلع ’’مئو‘‘ کے رہنے والے تھے۔ ان کی ولادت اکتوبر ۱۹۳۲ء میں ہوئی تھی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم پورہ معروف ہی میں حاصل کی۔ وہاں آپ کے اہم اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالستار صاحب معروفی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء تھے؛ جب کہ عربی تعلیم کے لیے آپ نے مدرسہ ’’احیاء العلوم مبارک پور‘‘ اعظم گڑھ میں داخلہ لیا؛ جہاں حضرت مولانا عبدالجبار صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد وغیرہ کے پاس تحصیل علم کیا۔ پھر مزید علمی تشنگی نے آپ کو ’’دارالعلوم دیوبند‘‘ پہونچادیا؛ جہاں آپ نے چار سال تک قیام کرکے علوم نقلیہ قرآن وحدیث وفقہ اور علوم عقلیہ منطق، فلسفہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ ۱۳۷۲ھ میں اپنے تمام ساتھیوں پر سبقت حاصل کرتے ہوئے آپ نے دورۂ حدیث شریف میں اول درجے سے کامیابی حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے اہم اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی امروہوی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہم اللہ وغیرہم ہیں۔ فراغت کے بعد اپنے استاذ حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی رحمہ اللہ کے مشورہ سے میرٹھ کے آس پاس تدریسی

خدمات انجام دیں، پھر آسام کے مدرسے میں تعلیم وتعلم سے وابستہ رہے۔اس کے بعد اپنے مادرعلمی احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڑھ میں آئے اور بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں بھی ۸؍سال تک مدرس رہے، پانچ سال تک ''چھاپی'' گجرات کے مدرسہ میں بھی تعلیمی خدمات انجام دیں، پھر مدرسہ مظہرالعلوم بنارس میں ۱۵؍سال تک شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں بھی دوسال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں شعبہ تخصص فی الحدیث کے بانی وسربراہ کی حیثیت سے آپ نے ۱۸؍سال گزار کر گزشتہ ۲۸؍اپریل ۲۰۱۳ء کو جان جاں آفریں کے حوالہ کردی۔اس طرح علم حدیث نبوی کا یہ نیر تاباں پون صدی تک علم حدیث کی عظیم ترین خدمات انجام دینے اور آسمان علم کو اپنی ضوفشانیوں اور درخشانیوں سے منور کرنے کے بعد قصبہ پورہ معروف ضلع مئو کے شہر خموشاں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے روپوش ہوگیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!

❁ ❁ ❁